دیباچہ

اب کھلا یہ رازِ ہستی رائیگاں ہونے کے بعد
داستاں کا حُسن ٹھہرے داستاں ہونے کے بعد

انسانی زندگی کا عمومی المیہ یہی ہے جو بالاعنوان میں پنہاں ہے۔ ہم ساری زندگی عموماً بے عملی اور ادھر ادھر کے کاموں میں بتانے کے بعد' آخر کار اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہم نے جو پوری عمر کیا' وہ تو ہمارا فطری رنگ ہی نہیں تھا۔ اسی بناء پر ہم عمومی طور پر زندگی میں ان مقاصد و منازل کے حصول میں ناکام رہتے ہیں' جو ہمارے لیے قدرت نے وضع کیے ہوتے ہیں۔ یقیناً انسان انفرادی طور پر مخصوص ذہنی' نفسیاتی اور عملی تربیت لے کر پروان چڑھتے ہیں۔ اسی لیے ہر انسان اپنے اندر ایک خاص طرح کی ہیت ترکیبی کا مالک ہوتا ہے۔ اس مخصوص تربیت اور فطرت کی طرف سے ودیعت کردہ صلاحیتوں کے امتزاج سے وہ اپنے لیے خاص میدان کا انتخاب کر سکتا ہے' کہ جہاں پر وہ اپنی کارگزاری کے ذریعے اپنے اور اپنے اردگرد کے لیے سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ ہمارے مشرقیت زدہ کلچر میں بروقت اپنی صلاحیتوں کے ادراک اور عملی زندگی میں درست راستے کے انتخاب سے مدہم کیے جا سکتے ہیں۔ جدید دور میں اس پہلو پر توجہ نہایت ضروری ہے۔

ایم اے کا طالب علم تھا تو میرے ایک استادِ محترم نے میری ڈائیری میں لکھا تھا کہ تم پر خدا کی خاص رحمت ہے' ہمیشہ اس خاص رحمت کا شکر ادا کرتے رہنا۔ وہ دن اور آج کا دن ہمیشہ یہی محسوس ہوا کہ وہ استاد اور ان کا کہا ہوا جملہ حرف بہ حرف درست ہیں۔ اپنی بساط کے مطابق اپنے خالق کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں' وگرنہ کس میں یہ ظرف کہ اس خالق حقیقی کی کسی ایک نعمت کا ذرا سا بھی شکر ادا کر سکے۔

ایک دفعہ پھر جبیں کو اس رب کے حضور جھکانے کا وقت ہے کہ اس نے اپنے خاص کرم سے ایک اور مرحلے سے ہمکنار کیا۔ عملی زندگی میں جب استاد بننے کا شعوری انتخاب کیا تھا تو صرف اور صرف ایک مقصد سامنے تھا' کہ رزق کے ساتھ ساتھ کتاب اور قلم سے وابستہ رہنے کا بھرپور موقع ملے گا۔ آج تدریس کے شعبے میں پندرہ سالہ وابستگی کے بعد دیگر بہت سے فوائد کے ساتھ ساتھ کتاب اور قلم سے وابستگی کا انعام یہ مقالہ ہے۔ یہ مقالہ پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے لکھا گیا ہے' اس کام کو کرتے ہوئے کبھی یہ خیال دامن گیر نہیں رہا' ہمیشہ ایک بات مدنظر رہی کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ کتب اور ذرائع سے استفادہ کیا جائے۔

بساط بھر کوشش کی کہ اپنے موضوع سے انصاف کر سکوں۔ ذہن کو کسی خاص اثر سے بچا کر نئی راہوں کی تلاش میں اس مقالے کو مکمل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کاوش میں کتنا کامیاب ہوا ہوں' یہ وقت اور ممتحن ہی بہتر بتا سکتے ہیں۔ بس ایک بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ طالب علمانہ کاوش تھی۔

اس مقالے کے موضوع کے انتخاب میں ذاتی پسند کا عمل دخل سب سے نمایاں تھا۔ کہانی ہمیشہ سے مجھے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی لیے ناول پر کام کرنا میرے لیے انتہائی خوشی کی بات تھی۔ ناول اور عصری تاریخ پر کام کرنے کی بنیادی وجہ یہ تھی' کہ مجھے ہمیشہ اس بات کا افسوس رہا' کہ ہماری آنے والی نسلیں تاریخ کے معاملے میں اندھی' گونگی اور بہری رہیں گی۔ تاریخ کہ جو قوموں کے مستقبل کا تعین کرتی ہے' ہمارے ہاں اس طرح مرتب ہوتی ہے کہ اس کو پڑھ کر کوئی نسل بھی درست حقائق تک نہیں پہنچ سکتی۔ اپنے مورخین سے اس پہلو پر توجہ دینے کی استدعا ہے۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ اگر مورخ اپنے فریضے سے کنی کترا رہا ہے تو ادب کی مدد سے تاریخ کے درست حقائق کو پیش کرنے کی سعی کی جائے۔ اس مقصد میں میری کامیابی کا تعین آنے والے ابواب پڑھ کر کیا جا سکتا ہے۔ اس مقالے کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب ناول کے بنیادی مباحث اور اردو ناول میں عصری تاریخ ماقبل تقسیم ہند تک مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں نہایت اختصار سے پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ ۱۹۴۷ء تا ۲۰۰۷ء کا احاطہ کیا گیا ہے۔ تیسرے باب سے چھٹے باب تک پاکستان کے مختلف ادوار کی ہم عصر تاریخ کو جس طرح اردو ناول میں پیش کیا گیا' اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ساتواں باب اس مقالے کے محاکے اور نتائج پر مشتمل ہے۔ ابواب میں ادوار کی تقسیم پاکستان کی تاریخ کے اہم سالوں (واقعات) کی مناسبت سے کی گئی ہے۔ مقالے میں پاکستان میں تخلیق ہونے والے اردو ناول کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ پہلا باب اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس مقالے کی تکمیل میں معاونت کرنے والے افراد اور ادارے میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ سب سے پہلے چار اداروں کا ذکر کہ جنھوں نے مجھے اس مقام تک پہنچانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اداروں میں جی۔ سی۔ یونیورسٹی لاہور' بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان' یونی ورسٹی آف سرگودھا' اور ہائر ایجوکیشن کمیشن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اپنے تعلیمی کیریئر میں جن اداروں سے فیض یاب ہوتا رہا ان سب کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے۔ یقیناً ادارے افراد کی اجتماعی کاوشوں کا مظہر ہوتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کی شناخت اساتذہ کرام ہوتے ہیں۔ مجھے ان تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ جنھوں نے مجھ جیسے ناہنجار شخص کو اپنی شاگردی میں قبول کیا اور مجھے کسی قابل بنایا۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے عہد کے کئی نامور اور محنتی اساتذہ سے کسب فیض کیا ہے۔ اساتذہ کی بجائے اداروں کا ذکر کرنا میری شعوری کاوش ہے' کہ اداروں اور ان سے وابستہ اساتذہ کے لیے میرے یہ الفاظ صرف اور صرف رسمیات تشکر ہیں' وگرنہ دل میں جو ان کے لیے جذبات ہیں' وہ ناقابل گرفت ہیں۔

اپنے نگران' جناب پروفیسر ڈاکٹر سعادت سعید کا انفرادی طور پر شکریہ مجھ پر واجب ہے کہ انہوں نے کمالِ شفقت سے میرا ہاتھ تھاما اور میری راہنمائی کی۔ خدا انہیں ہمیشہ اسی طرح شفیق اور علم دوست رکھے۔

دیگر افراد میں اپنے دوستوں اور شاگردوں کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' کہ جنہوں نے کتب کی فراہمی سے لے کر قیمتی مشوروں کی فراہمی سے نوازا۔ بعض اپنی دوستوں نے اس سے بھی سوا کیا مگر ان کا ذکر اس لیے نہیں کہ ''حساب دوستاں در دل'' اپنی فیملی' خصوصاً اپنی ماں' مرحوم باپ' بیوی' بچوں اور بہن بھائیوں کی محبتوں اور دعاؤں کا کوئی شکریہ نہیں' کہ وہ میرا حق ہے۔ ان سب نے میرے لیے جو کچھ اپنے اپنے انداز سے کیا' وہ میری خوش بختی ہے۔ میری زندگی میں ایسی بہت سی ہستیاں ہیں کہ جو ہمیشہ میرے لیے دعاؤں اور نیک خواہشات کا اہتمام کرتی ہیں' ان سب کی دعاؤں کا بھی قرض دار رہوں گا۔ آخر مین ان تمام مصنفین کا بہت شکریہ کہ جن کی تحریریں پڑھ کر میں چند الفاظ سیدھے کرنے کے قابل ہوا۔ اپنے عزیز محمد بلال کا بھی شکریہ مجھ پر واجب ہے کہ اس نے میرا مقالہ انتہائی توجہ سے کمپوز کیا۔

شاہد نواز

۲۷ دسمبر ۲۰۱۳ء